ادارہ

سوانحی خاکہ

یکم نومبر ۱۹۰۳ء — پیدائش ، لاہور (چوہٹہ مفتی باقر میں شیخ نصیر الدین کی حویلی) ان کے والد ماجد مولانا سراج الدین احمد خاں نے اس زمانے میں یہیں سے ہفتہ وار اخبار "زمیندار" جاری کیا تھا (جون ۱۹۰۳ء) - یہ مکان آج بھی موجود ہے -

۱۹۰۴ء — تمام کنبہ (اور اخبار "زمیندار" بھی) کرم آباد منتقل ہوگیا - یہ گاؤں جو وزیر آباد سے دو میل کے فاصلے پر ہے (سیالکوٹ والی سڑک پر) حمید احمد خاں کے دادا مولانا کرم الٰہی خاں نے ۱۸۸٦ (؟) میں آباد کیا تھا -

- دسمبر ۱۹۰۹ء — مولانا سراج الدین احمد خاں کا انتقال -

حمید احمد خاں نے ابتدائی تعلیم اپنی والدہ اور بڑی بہن حمیدہ بیگم صاحبہ (ح - ب -) سے حاصل کی - وہ بلند پایہ شاعرہ بھی تھیں -

۱۹۱۰ء — دوسری جماعت میں وزیر آباد کے چرچ آف سکاٹلینڈ ہائی سکول (مشن سکول) میں داخل ہوئے - جس روز حمید احمد خاں سکول میں داخل ہوئے اسی روز ان کے بھائی حامد علی خاں بھی اسی سکول کی تیسری جماعت میں داخل ہوئے - یہاں حمید احمد خاں کے ایک ہم جماعت عبدالرحمن تھے جو بعد میں جسٹس ایس- اے- رحمٰن کہلائے اور پاکستان کے چیف جسٹس بنے -

۱۹۱۱ء حمید احمد خاں کے سب سے بڑے بھائی مولانا ظفر علی خاں "زمیندار" کو ایک بار پھر لاہور لے آئے۔

۱۹۱۲ء حمید احمد خاں اور باقی کا کنبہ بھی لاہور منتقل ہو گیا۔ حمید احمد خاں اب اسلامیہ ہائی سکول نمبر ۲ میں داخل ہوئے۔ یہ سکول اُس وقت ریلوے روڈ پر دارالاشاعت ، پنجاب کے قریب واقع تھا (اور بیرون موچی دروازہ کہلاتا تھا)۔ اُسی زمانے میں یہ اپنی نئی عمارت بیرون بھاٹی دروازہ میں منتقل ہو گیا۔ اسی زمانے میں ان کی واقفیت دو لڑکوں محمد دین اور صلاح الدین احمد سے ہوئی ، جو بعد میں ڈاکٹر ایم۔ ڈی۔ تاثیر اور مولانا صلاح الدین احمد کے ناموں سے مشہور ہوئے۔

۱۹۱۴ء حمید احمد خاں کے بھائی محمود احمد خاں نے علی گڑھ سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد اورنگ آباد (دکن) میں بطور معلم ملازمت اختیار کی۔

اکتوبر ۱۹۱۴ء حکومت پنجاب کے حکم سے مولانا ظفر علی خاں کو کرم آباد میں نظر بند کر دیا گیا۔

۱۹۱۵ء حمید احمد خاں ایک بار پھر کرم آباد منتقل ہو گئے۔ یہاں وہ پہلے ایک سال تک وزیر آباد کے وکٹوریہ ڈائمنڈ جوبلی ہائی سکول (جوبلی سکول) میں پڑھے اور پھر دوبارہ مشن سکول میں داخل ہو گئے۔ یہاں نویں جماعت میں حمید احمد خاں کو سکول کے مینجر مشہور مستشرق ڈاکٹر ٹامس گراہم بیلی سے پڑھنے کا موقع ملا۔

اسی زمانے میں حمید احمد خاں نے بچوں کے مشہور رسالہ "پھول" کے لئے چند کہانیاں لکھیں۔

نومبر ۱۹۱۸ء حمید احمد خاں دسویں جماعت میں تھے کہ ان کو ایک بار پھر کرم آباد سے لاہور آنا پڑا ۔ اب وہ اسلامیہ ہائی سکول شیرانوالہ دروازہ میں داخل ہوئے ۔

۱۹۱۹ء یہیں سے انھوں نے ایک اچھی فرسٹ ڈویژن میں اور وظیفہ کے ساتھ میٹرک کیا اور اسلامیہ کالج لاہور میں ریاضی اور سائنس کے مضمون لے کر داخل ہوئے ۔

۱۹۱۹ء تا ۱۹۲۲ء پھر عدم تعاون کی تحریک کا زمانہ آیا اور حمید احمد خاں میں قومی جذبے نے اتنا جوش مارا کہ انھوں نے کالج چھوڑ دیا۔ اس لئے کہ وہ پنجاب یونیورسٹی سے منسلک تھا، جو انگریزوں کی یونیورسٹی تھی ۔ ان کے بڑے بھائی حامد علی خاں اس زمانے میں لالہ لاجپت رائے کے پنجاب نیشنل یونیورسٹی کالج (بریڈ لا ہال) لاہور میں داخل ہوئے ۔ حمید احمد خاں نے بھی نجی طور پر اس کالج سے ایف ۔ اے ۔ کا امتحان پاس کیا ۔

اپنے طور پر پڑھنے کے علاوہ حمید احمد خاں جلسوں میں بھی شریک ہوتے رہے ۔ بریڈ لا ہال میں منعقدہ ایک جلسہ میں انھوں نے اپنی ایک نظم بھی پڑھی ۔ ان کے ایک بہنوئی نے لاہور سے ایک ہفتہ وار اخبار " حریت " جاری کیا ، تو اس کی ادارت کا بہت سا کام حمید احمد خاں نے اپنے ذمے لیا ۔ مولانا غلام رسول مہر بھی اس اخبار میں اداریے لکھتے رہے ۔

بعد میں حمید احمد خاں نے اس دور کے متعلق خود کہا کہ ان کے یہ دو تین سال ضائع ہو گئے ۔

۱۹۲۲ء حمید احمد خاں حیدر آباد (دکن) ہجرت کر گئے اور عثمانیہ یونیورسٹی میں داخل ہوئے ۔ یہیں ان کے برادر معظم پروفیسر محمود احمد خاں معلم تھے ۔

۱۹۲۴ء عثمانیہ یونیورسٹی سے ریاضی اور سائنس کے ساتھ ایف ۔ اے۔ کیا اور وظیفہ حاصل کیا ۔ اسی زمانے میں انھوں نے لفکا ڈیو ہرن کی چار جلدوں پر مشتمل ادب پر مشہور کتاب پڑھی ۔ انھوں نے فیصلہ کیا کہ وہ سائنس کے بجائے آرٹس پڑھیں گے ۔ چنانچہ وہ بی۔ اے۔ میں انگریزی ادب اور فلسفہ لے کر داخل ہوئے ۔ یہاں ان کے اساتذہ میں ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم ، مولوی عبدالباری ندوی ، پروفیسر مولانا مناظر احسن گیلانی ، پروفیسر ای۔ ای۔ سپیٹ اور پروفیسر حسین علی خاں بھی تھے ۔ ان کے ہم عصروں میں ایک (ڈاکٹر) رضی الدین صدیقی تھے جو بعد میں پاکستان کی تین یونیورسٹیوں کے وائس چانسلر ہوئے ۔

۱۹۲۶ء حمید احمد خاں نے بی ۔ اے۔ کیا ۔ یونیورسٹی میں صرف ان کی فرسٹ کلاس تھی ۔ انگریزی ، فلسفے دونوں مضامین میں الگ الگ اول بھی رہے۔ عثمانیہ یونیورسٹی بی۔ اے۔ میں اول آنے والے طالب علم کو وظیفہ دے کر کسی یورپین یونیورسٹی میں تعلیم کے لئے بھیجتی تھی ۔ حمید احمد خاں شاید کسی جرمن یونیورسٹی میں جا کر فلسفہ پڑھتے ، لیکن ان کو وظیفہ نہ دیا گیا کیونکہ وہ "غیر ملکی" (حیدر آباد سے باہر کے) تھے ۔ حمید احمد خاں نے ایک بار پھر ہجرت کی اور واپس لاہور آ گئے ۔ یہاں عثمانیہ یونیورسٹی کی ڈگری مانی نہیں جاتی تھی۔ بہت دوڑ دھوپ کے بعد اور سنڈیکیٹ کے خاص فیصلے کے بعد حمید احمد خاں کو گورنمنٹ کالج لاہور میں ایم۔ اے۔ انگریزی میں داخلہ ملا ۔

یہاں ان کے اساتذہ میں پروفیسر لینگ ہارن ، فرتھ ، ڈکنسن ، مرزا محمد سعید ، نندا ، اور بخاری تھے ۔ پروفیسر ویلٹی نے بھی (جو ایف۔ سی۔ کالج میں تھے) ان کو پڑھایا ۔

حمید احمد خاں نیو ہاسٹل میں رہتے تھے - ان کے ہم عصروں میں شیخ محمد اکرام ، (پروفیسر) سراج الدین، سید فیاض محمود ، ممتاز حسن اور چودھری محمد علی تھے -

۱۹۲۹ء حمید احمد خاں نے ایم - اے- کیا -

۱۹۲۰-۳۰ء کے دور کی بعض تحریریں : " حُریت اور اسلام " (۱۹۲۵ء) - ایک مفصل مقالہ جو " ہمایوں " لاہور میں چھپا - ("ہمایوں" کو ۱۹۲۲ء میں میاں بشیر احمد نے جاری کیا تھا - ۱۹۲۶ء سے ۱۹۲۷ء تک اور دوبارہ ۱۹۳۲ء سے ۱۹۴۲ء تک حامد علی خاں اس کے مدیر رہے- اس رسالے میں، جو ۱۹۵۷ء تک بڑی چمک دمک سے جاری رہا، حمید احمد خاں کے متعدد معروف مضمون چھپے-) حمید احمد خاں کی آخری ریڈیو تقریر "رسول کریم کے عہد میں حقوق انسانی " (جو ۲۲ مارچ ۱۹۷۴ء کو ریکارڈ ہوئی تھی اور بعد میں جسے پروفیسر سید وقار عظیم نے ریڈیو پر پڑھا) اسی مقالے سے ماخوذ ہے - " اسوۂ حسنہ " (۱۹۲۵ء) - سیرت پر یہ مفصل مقالہ ایک انعامی مقابلے کے لئے لکھا گیا تھا - اس کو پہلا انعام ملا تھا - پہلے یہ " ہمایوں " لاہور میں چھپا اور پھر ۱۹۶۶ء میں کتابی شکل میں شائع ہوا- "The Poetry of George Herbert" (۱۹۲۸ء) ، " فلسفۂ یاس" (۱۹۲۹ء) اسی دور میں چند افسانے ، نظمیں اور غزلیں بھی لکھیں - اس زمانے میں کبھی کبھی کرم آباد میں دوستوں کو جمع کیا گیا ، اور ادبی محفلوں کے ساتھ ساتھ یہاں کرکٹ کے میچ بھی کھیلے گئے -

-۱۹۳۳ء ۱۹۳۳ء تک چند برس مختلف ملازمتیں -

جنوری ۱۹۳۴ء اسلامیہ کالج لاہور میں تقرر بطور لیکچرار شعبۂ انگریزی -

جولائی ۱۹۳۸ء	دہلی ، آگرہ ، لکھنؤ ، کلکتہ ، بھوپال وغیرہ کا تین ماہ کا دورہ ، غالب پر معلومات جمع کرنے کے لئے -

۱۲ مئی ۱۹۳۹ء	والدہ کا انتقال

۱۹۳۰-۴۰ء کے دور کی بعض تحریریں : " من سکھی اور سندر سنگھ کا قصہ " (۱۹۳۰ء)، "انگریزی شاعری میں محبت کا تصور" (۱۹۳۲ء) ، "The Personality of Ghalib" (۱۹۳۳ء)، " ایاز کی قبر تک " (۱۹۳۳ء) ، "عثمانیہ یونیورسٹی" (۱۹۳۵ء)، "عشق و محبت کا مشرقی تصور" (۱۹۳۶ء)، عاشق حسین بٹالوی کی " سوز ناتمام " کا مقدمہ (۱۹۳۷ء) ، " علامہ اقبال کے ہاں ایک شام " (۱۹۳۷ء) ، " آج کل کا لاہور " (۱۹۳۸ء) ، " اقبال کا شاعرانہ ارتقا " (۱۹۳۸) ، " غالب اور بیدل " (۱۹۳۸ء) " مرزا غالب کا قصیدہ شمس الامرا " (۱۹۳۹ء) ، "کچھ یادیں، کچھ ملفوظات " (۱۹۳۹) ، "زندگی اور موت کے دوراہے پر " (۱۹۳۹ء)

اس دور میں ان کے نئے احباب ہیں ڈاکٹر سعید اللہ ، شیخ محمد اسلم، (کیپٹن) عبدالواحد ، حفیظ جالندھری اور صوفی تبسم شامل ہیں - محمود نظامی ، حمید نظامی (پروفیسر) خواجہ غلام صادق ، (ڈاکٹر) عبدالسلام خورشید اور عبدالبشیر آذری اس دور کے شاگردوں میں شامل ہیں۔

۱۵ اکتوبر ۱۹۴۲ء	شادی

اس زمانے میں ان کی سکونت شیش محل روڈ پر تھی -

۱ اکتوبر ۱۹۴۴ء	لاہور چھوڑ کر دہلی چلے گئے اور وہاں دہلی پالی ٹیکنک میں انگریزی کے لیکچرار ہو گئے -

سکونت : ۱۵۳ سی ، تیمار پور ، دہلی

۱۹۴۶ء کتاب "نصاب آردو" (ایس۔گرگ اینڈ کمپنی ، دہلی) مرتب کی ۔

یکم اکتوبر ۱۹۴۷ء پاکستان کو واپسی

کراچی میں ملازمت : لیکچرار منسلک بہ وزارت تعلیمات

حکومت پاکستان کے جاری کردہ کرنسی نوٹوں پر چھپی ہوئی پہلی آردو عبارت انھیں کی تجویز کردہ تھی ۔

فروری ۱۹۴۸ء اسلامیہ کالج لاہور میں دوبارہ آ گئے اور پروفیسر و صدر شعبۂ انگریزی مقرر ہوئے ۔

اب انھوں نے ۵ بیگم روڈ میں سکونت اختیار کی جہاں وہ آخر دم تک رہے ۔

اسی زمانے میں کچھ عرصے کے لئے انھوں نے پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج میں ایم ۔ اے۔ (آردو) کی جماعتوں کو بھی پڑھایا ۔

۱۹۴۰-۵۰ء کے دور کی بعض تحریریں: "اقبال کی لفظی تصویر" (۱۹۴۰ء) ، "مغرب کا اثر ہندوستان کی تعلیم پر" (۱۹۴۴ء)، " غالب کی خانگی زندگی کی ایک جھلک" (۱۹۴۷ء) "قائد اعظم اور نوجوانان قوم" (۱۹۴۸ء)، " نا کام طالب علم کی آپ بیتی" (۱۹۴۸ء)، "حالی سے اقبال تک" (۱۹۴۹ء)، "زبانوں کی تعلیم کا مسئلہ" (۱۹۴۹ء)، "آمراؤ بیگم" (۱۹۴۹ء)، "غالب کی شاعری میں حسن و عشق " (۱۹۴۹ء) ، "غزل کا مطالعہ" (۱۹۴۔ء)، سید فیاض محمود کی " رنگ و بو " کا مقدمہ (۱۹۴۹ء)۔

اس دور میں ان کے نئے احباب میں پروفیسر سید وقار عظیم ، پروفیسر شیخ ممتاز الدین اور اصغر علی عباسی شامل ہیں۔ شاگردوں میں حیات احمد خاں، محمد اشرف اور سلطان محمود اس دور میں شامل ہیں ۔

فروری ۱۹۵۱ء "کریسنٹ" کا تاثیر نمبر مرتب و شائع کیا

ستمبر ۱۹۵۱ء — Three Hundred Years of Prose
Caxton Book House Lahore مرتب کی ۔

۲۸ ستمبر ۱۹۵۲ء — کیمبرج روانگی ۔

۲۱ جولائی ۱۹۵۴ء — "A Study of the Relationship between the Sensuous and the Mystical in Wordsworth, with some Oriental Parallels"
کے عنوان سے کیمبرج میں اپنا مقالہ مکمل کیا اور وہاں سے ایم۔ لٹ۔ کی ڈگری حاصل کی ۔ کیمبرج میں آن کے استاد مشہور نقاد اور مصنف پروفیسر بیزل ولی تھے ۔

۱۸ ستمبر ۱۹۵۴ء — لاہور واپسی ۔

۱۹۵۵ء — اسلامیہ کالج لاہور میں ایم۔ اے۔ انگریزی کی جماعت شروع ہوئی ۔

یکم مئی ۱۹۵۸ء — اسلامیہ کالج دو حصوں (ڈگری اور انٹرمیڈیٹ) میں منقسم ہوا اور پروفیسر حمید احمد خاں اسلامیہ کالج سول لائنز (ڈگری کالج) کے پرنسپل مقرر ہوئے ۔

فروری ۱۹۵۹ء — پروفیسر حمید احمد خاں کی تجویز پر لاہور میں ایک آردو کانفرنس منعقد ہوئی جس کے کنوینر ڈاکٹر سید عبداللہ تھے ۔ اس کانفرنس میں بابائے آردو مولوی عبدالحق نے بھی شرکت کی ۔

اس دور کی تحریروں میں "تاثیر زندہ باد" (۱۹۵۰ء)، "شعر اقبال میں فن کاری کا عنصر" (۱۹۵۱ء)، "Saadi as a Moralist" (۱۹۵۲ء)، "Wordsworth's Animism" (۱۹۵۴ء)، "پیارے لال آشوب" "The Universal Note in Iqbal's Poetry" "انگلستان میں کتے کا معاشرتی مقام" (۱۹۵۰ء)، "میری بھارت یاترا" (۱۹۵۹ء)، "علمی زبان کی حیثیت سے آردو کا مستقبل" (۱۹۵۹ء)، "Thoughts on the National Unity of Pakistan" (۱۹۵۹ء) شامل ہیں ۔ اسی زمانے میں قائد اعظم

پر نوجوانوں کے لئے ایک انگریزی کتاب لکھنی شروع کی، لیکن اس کے صرف چار باب مکمل ہوئے۔

اس دور میں ان کے شاگردوں میں عبدالباقی بلوچ اور مسعود مفتی تھے۔

جون ۱۹۶۰ء	رکن ، کرکیولم کمیٹی ، مرکزی وزارت تعلیم
اکتوبر ۱۹۶۰ء	یونیسکو فیلو کی حیثیت سے برطانیہ، یونان ، ترکی، سپین اور امریکہ کی یونیورسٹیوں اور تعلیمی اداروں کا تین ماہ کا دورہ۔
۱۹۶۱ء	ادارۂ تالیف و ترجمہ، پنجاب یونیورسٹی کے قیام کے لئے تحریک۔ اس کے پہلے کنوینر مقرر ہوئے۔
۲۳ مارچ ۱۹۶۲ء	حکومت پاکستان کی طرف سے ادبی خدمات کے اعتراف میں "ستارۂ امتیاز" عطا ہوا۔
۱۹۶۲ء	مرکزی مجلس ترقیٔ اردو (بعد میں مرکزی اردو بورڈ) کا قیام۔ پروفیسر حمید احمد خاں اس کے ایک ایڈیٹر مقرر ہوئے۔ (دو دوسرے ایڈیٹر مولانا عبدالقادر مرحوم اور پیر حسام الدین راشدی تھے)۔ "سفینۂ ادب" (بورڈ آف سیکنڈری ایجوکیشن ، لاہور) مرتب کی۔ بزم حالی ، لاہور کی صدارت قبول کی ، اور وفات تک اس انجمن کے صدر رہے۔
۱۹۶—ء	رکن، مجلس انتظامیہ ، مجلس ترقی ادب، رکن ، مجلس انتظامیہ ، ادارہ ثقافتِ اسلامیہ ، لاہور۔
۱۹۶۳ء	ایشین امریکن اسمبلی، کوالالمپور (ملائیشیا) میں شرکت۔
۳۱ اگست ۱۹۶۳ء	پنجاب یونیورسٹی کے وائس چانسلر مقرر ہوئے۔
۱۹۶۴ء	افریقہ ایشیا اسلامک کانفرنس، جکارتا میں پاکستانی وفد کی قیادت۔

پنجاب یونیورسٹی میں شعبۂ تاریخ ادبیات مسلمانان پاک و ہند کا قیام -

پنجاب یونیورسٹی میں ریسرچ سوسائٹی آف پاکستان کا قیام -

مختلف موجود شعبوں کو مضبوط بنانے کے لئے اقدام (مثلاً انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کا شعبہ) -

۱۹۶۵ء افریقہ ایشیا اسلامک کانفرنس ، بنڈونگ میں پاکستانی وفد کی قیادت -

ایفرو ایشین اسلامک آرگنائزیشن کے نائب صدر منتخب ہوئے -

یونیورسٹی میں مختلف تعلیمی و دفتری اصلاحات اور کام جاری رہے -

- ۱۹۶ء رکن، بورڈ آف گورنرز ، نیشنل کالج آف آرٹس، چیئرمین اپائنٹمنٹس کمیٹی ، نیشنل کالج آف آرٹس -

۱۹۶۶ء Journal of Research, Humanities اور Journal of Research, Science کی اشاعت شروع ہوئی -

اسوۂ حسنہ (کتابیات ، لاہور) شائع ہوئی -

۱۹۶۷ء صدر ، مجلسِ یادگارِ غالب ، لاہور -

۱۹۶۹ء میں غالب کی وفات کو سو برس پورے ہو رہے تھے - یہ مجلس پنجاب یونیورسٹی کے زیر اہتمام اسی سلسلے میں قائم ہوئی - فروری ۱۹۶۹ء میں مجلسِ یادگارِ غالب نے غالب کی تمام کتابوں اور آردو اور فارسی دیوان کی اشاعت کی (بجز نسخۂ حمیدیہ کے جو اسی سال صدرِ مجلس نے مرتب کیا اور مجلسِ ترقی ادب نے شائع کیا) - نیز مجلسِ یادگارِ غالب نے غالب پر بھی چند کتابیں شائع کیں - مطبوعات کی کل تعداد سترہ تھی -

مئی ۱۹۶۷ء	برٹش کونسل کے مہمان کی حیثیت سے برطانوی یونیورسٹیوں کا دورہ ۔
	حکومت ترکی کی دعوت پر ترکی کا دورہ ۔
۱۹۶۷ء	چیئرمین مرکزی اُردو بورڈ ۔
اگست ۱۹۶۷ء	جرمن حکومت کی دعوت پر جرمنی کا دورہ ۔
۱۹۶۷ء	Report on the Administration of Privately-managed Colleges
۱۴ اگست ۱۹۶۸ء	حکومت پاکستان کی طرف سے تعلیمی خدمات کے اعتراف میں " ستارۂ پاکستان " عطا ہوا ۔
فروری ۱۹۶۹ء	وائس چانسلری سے سبکدوشی ۔
۱۹۶۹ء	دیوانِ غالب نسخۂ حمیدیہ (مجلس ترقیٔ ادب ، لاہور) مرتب کیا ۔
جولائی ۱۹۶۹ء	ایڈیشنل ڈائریکٹر ، ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ لاہور ۔

اس دور (۱۹۶۰-۷۰ء) کی بعض تحریریں : "The Question of Script" (۱۹۶۱ء) ، "The Common Structural basis of Urdu and Punjabi" (۱۹۶۱ء) ، " اُردو نثر کا ارتقاء " — مقدمہ سفینۂ ادب، حصۂ نثر (۱۹۶۰ء)، " یونیورسٹی کی نصابی اور تعلیمات کی معاشرتی تنظیم نو " (۱۹۶۲ء) ، " ہمارا تہذیبی پس منظر اور زمانۂ حال کی لسانی چپقلش " (۱۹۶۲ء) ، " چند ادبی اور لسانی مسائل عمرانیات کی روشنی میں " (۱۹۶۳ء) "The Composition of Milton's Paradise" (۱۹۶۳ء) "یونیورسٹی کے کنبے کی ایک جھلک دوران جنگ میں"(۱۹۶۵ء)، " جہادِ پاکستان کا مقصد " (۱۹۶۵ء)، " اُستاد و شاگرد کے عقلی و جذباتی تعلق کا نفسیاتی جائزہ " (۱۹۶۶ء)،

"Ghalib—Man and Poet" (۱۹۶۶ء) ، "سائنس کی ترقی کے لئے اپنی تہذیبی زبان بطور ذریعۂ تعلیم" (۱۹۶۷ء) ، "قائد اعظم کی سیرت و کردار" (۱۹۶۹ء) -

اپریل ۱۹۷۰ء — ایشیا سوسائٹی کی دعوت پر امریکہ میں غالب کے جشنِ صد سالہ کے سلسلے میں ، امریکن یونیورسٹیوں میں غالب پر لیکچر - ایک ماہ کا دورہ -

جولائی ۱۹۷۰ء — ڈائرکٹر ، مجلسِ ترقی ادب ، لاہور -

اکتوبر ۱۹۷۰ء — افریقہ ایشیا اسلامک کانفرنس - بنڈونگ میں پاکستان کی نمائندگی

۱۹۷۱ء — پاکستان جرمن فورم ، لاہور کی صدارت قبول کی -
ارمغانِ حالی (ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ ، لاہور) مرتب کی -

۱۹۷۲ء — اقبال کی شخصیت اور شاعری (بزم اقبال ، لاہور) اور تعلیم و تہذیب (مجلس ترقی ادب ، لاہور) کو مرتب کرنا شروع کیا اور ان کو پریس میں بھیجا -

۱۹۷۳ء — آر - سی - ڈی - کلچرل انسٹیٹیوٹ کے لئے غالب پر انگریزی میں کتاب لکھنی شروع کی - صرف دو باب لکھے گئے -

۱۹۷۴ء — رکن ، کمیٹی برائے تحقیق یوم ولادت علامہ اقبال -
رکن ، مرکزی اسلامک ایڈوائزری کونسل

۲۲ مارچ ۱۹۷۴ء — وفات

۲۳ مارچ ۱۹۷۴ء — آخری سفر : ۵ بیگم روڈ سے غالب روڈ اور سر سید روڈ (گلبرگ) پر واقع قبرستان تک -

اس آخری دور (۱۹۷۰ — ۷۴ء) کی بعض تحریریں :
Convocation Address at the University of Rajshahi (۱۹۷۰ء)، "سید امتیاز علی تاج مرحوم" (۱۹۷۰ء) ،

" طلبہ اور تحریکِ صحتِ ملی " (۱۹۷۲ء) ،
"How Iqbal Composed the Message of the East"
(۱۹۷۳ء) ، " قومی زندگی میں تجارت کی اہمیت (۱۹۷۳ء) ،
" سید احمد خاں کا سفر پنجاب " (۱۹۷۳ء) ، "Mian Bashir
Ahmad" (۱۹۷۴ء) ، " اقبال کا نظام فکر " (نامکمل تحریر —
۱۹۷۴ء)

تحریروں کے مجموعے جو طباعت کے منتظر ہیں

پروفیسر حمید احمد خاں کی دو کتابیں جو آن کے انتقال کے وقت پریس میں تھیں ، چھپ چکی ہیں - " اقبال کی شخصیت اور شاعری " اکتوبر ۱۹۷۴ء میں چھپی اور " تعلیم و تہذیب " مارچ ۱۹۷۵ء میں - اب حسب ذیل مجموعے طبع اور شائع کئے جائیں گے :

۱- غالب پر اردو مضامین
۲- غالب پر انگریزی مضامین
۳- Miscellaneous English Writings
۴- تنقیدی مضامین
۵- ادب ، ادیب اور معاشرہ
۶- قومی و ملی تقاریر و مضامین
۷- حریت اور اسلام
۸- فسانہ ہیں ہم لوگ (احباب و اکابر کے متعلق مضامین کا مجموعہ)
۹- ہر ملک ملکِ ماست (عالمی سیر و سیاحت کے کوائف)
۱۰- خطوط
۱۱- The Sensuous and the Mystical in Wordsworth
(ایم- لٹ- کا مقالہ)

———

پروفیسر یوسف جمال انصاری

حمید احمد خاں

رہبرِ فکرِ غالب و اقبال خان صاحب حمید احمد خاں

نوجوانانِ قوم کی تہذیب جس کا مذہب ، حمید احمد خاں

خویش و اغیار ، سب کے حق میں تھے بخششِ رب حمید احمد خاں

قوم و ملت کے درد سے فارغ رہ سکے کب حمید احمد خاں

ہم پہ آسان تھی ہر اک مشکل ساتھ تھے جب حمید احمد خاں

سرد و خاموش ہے وطن کی فضا کہ نہیں اب حمید احمد خاں

سایۂ فضلِ خاص میں تیرے رہیں یا رب! حمید احمد خاں

زیبِ جنت وہ ہمدمِ احباب نیک مشرب حمید احمد خاں

۱۹۷۴ء

پروفیسر حمید احمد خاں

"آسوۂ حسنہ" سے اقتباس

سیرتِ رسول پر ایک طویل مقالہ پروفیسر حمید احمد خاں صاحب نے زمانۂ طالب علمی میں قلمبند کیا تھا، جو ایک انعامی مقابلے میں بہترین مقالہ قرار پایا تھا۔ ۱۹۶۶ء میں یہ کتابی شکل میں شائع ہوا۔ اس وقت خاں صاحب نے اس کے لئے جو دیباچہ لکھا اس میں فرماتے ہیں:

" تغیرات زمانہ نے اظہار رائے اور انداز بیان کے طریقے بدل دیے، مگر الحمدللہ کہ میری اپنی ذات کی اصل و حقیقت اور میرے ضمیر کی ماہیت انقلاب کے اس عمل سے محفوظ رہی - عشق رسول آج بھی میری گراں بہا ترین متاع حیات ہے - محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کا تصور اب بھی میرے دل و دماغ کو اسی طرح ایک حیات نو کا پیغام دیتا ہے جس طرح کبھی دور شباب کے لہو کو آگ بنا کر میری رگوں میں دوڑاتا تھا - چنانچہ گو اس کتاب میں مجھے جابجا اپنی تحریر کی خامیوں کا احساس ہے، مگر یہ بالکل واضح رہنا چاہیے کہ رسول اللہ کی ذات اقدس کے متعلق محبت و شیفتگی کا جو اظہار ان صفحات میں ہوا ہے وہ آج کے دن بھی اپنے اولیں ولولے کے ساتھ تازہ ہے -

سعدی اگر عاشقی کنی و جوانی
عشق محمد بس است و آل محمد "

آسوۂ حسنہ (جس کو مطبع عالیہ لاہور نے طبع کیا ہے) سے دو اقتباس ملاحظہ فرمائیے -

(۱)

حضورؐ کی ذات اقدس اس قدر متنوع، اس قدر متفرق، بلکہ بہ حالات ظاہر متخالف، فضائل اخلاق کی جامع ہے کہ عقل اس وصل دہندۂ دین و دنیا کی

داستان حیات پر نظر ڈال کر ششدر رہ جاتی ہے اور معاً یہ خیال ہونے لگتا ہے کہ الہانی فلسفی ہیگل کا نظریہٗ اتحاد اضداد (جو زیادہ صحیح لفظوں میں "نظریہٗ متممات" سے تعبیر کیا جا سکتا ہے) عالم روحانیات کی ماورائے حکمت کارگاہ کے اندر بھی جاری و ساری ہے۔ بعض خصائل حمیدہ کی نوعیت اس طرح کی واقع ہوئی ہے کہ عوام اس کے بادی النظری تناقض کی بنا پر اُن کو ناقابل اجتماع تصور کرتے ہیں۔ لیکن درحقیقت یہ مختلف اور متعدد قوائے اخلاقی باہم تکملہ و تتمہ کا رابطہ رکھتے ہیں۔

حضرت ابو سعید الخدری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ دوشیزہ لڑکیوں سے بھی زیادہ شرمیلے تھے۔ کیسا دل نشین منظر ہوتا ہوگا کہ جب کوئی خطاکار سامنے آ کر معافی کا طالب ہوتا تو خود معاف کرنے والے کی گردن شرم سے جھک جاتی اور روئے انور پر فرط حیا سے سرخی دوڑ جاتی۔ ایسی عفیف اور بے لوث، ایسی پُر سکون اور خاموش طبیعت کے انسان کا رہنمائے عام کی حیثیت سے عرصہٗ عمل میں نکلنا اور اس ہمت فرسا زندگی کی تمام مقتضیات کو علیٰ وجہ الکمال پورا کرنا اعجاز سے کم نہیں۔ انتہائی شرم و حیا اور خاکساری و فروتنی کو کسی عام رہنما کے لوازم حیات مثلاً خطابت وغیرہ سے بہت کم لگاؤ سمجھا جاتا ہے، کیونکہ اس زندگی کے لئے جرأت و جسارت اور تحکم و بے باکی کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ رسول اللہؐ نے ان دو بظاہر متضاد حیثیتوں کو وصل دے دیا اور تیرہ سو برس ہوئے زمانے نے دیکھا کہ ایک ہی انسان دنیا کا سب سے بڑا ہادی اور حیائے کامل کا مظہر اتم بھی تھا۔ وہی ایک انسان جس کا حلم و تحمل اپنے خادم کو اُس کی پوری مدت ملازمت میں ایک دفعہ بھی یہ کہنے کا روادار نہ ہوا تھا کہ "تو نے یہ کام کیوں کیا اور وہ کیوں نہیں کیا؟"[1] جس کا حسن خلق معاملات ارشاد و ہدایت میں بھی اس قدر ذکی الحس تھا کہ کسی شخص کی نا مطبوع حرکت پر اُس کا نام لئے بغیر فقط اتنا کہہ دیتا تھا کہ "وہ کیسے لوگ ہیں جو یہ کرتے ہیں!"[2] جو اپنی

۱۔ مشکوٰۃ صفحہ ۴۴۳ (روایت حضرت انسؓ)۔

۲۔ شفا صفحہ ۵۲ (روایت حضرت عائشہ صدیقہؓ)۔